رہبر معظم انقلاب امام خامنہ ای مدظلہ العالی کے افکار کی روشنی میں تعلیم وتربیت کے اہداف، عوامل اور موثر ادارے

ڈاکٹر محمد لطیف مطہری[1]

خلاصہ:

تعلیم وتربیت انبیاء کرام علیہم السلام کا بنیادی ہدف ہے اور یہ معاشرے کی سعادت اور پیشرفت میں تعلیم وتربیت کے اداروں کی اہمیت اور ناقابل تردید ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب تک انسان تعلیم و تربیت کے میدان میں قدم نہ رکھے اس کی تمام صلاحیتیں اور استعداد ممکنہ مرحلے سے حقیقی مرحلے تک نہیں پہنچتا ہے۔ اس لیے انسانی تربیت کے تمام پہلوؤں، جسمانی، معنوی، عاطفی اور فکری وغیرہ میں درست طریقے سے تربیت کیا جانا چاہیے۔ یہ تحقیق رہبر معظم انقلاب امام خامنہ ای مدظلہ العالی کے افکار کی روشنی میں تعلیم وتربیت کے مقاصد، عوامل اور موثر اداروں کے بارے میں ہے۔ اس تحقیق کا طریقہ کار توصیفی اور تحلیلی ہے اور اس تحقیق کے ماخذ رہبر معظم کے بیانات اور تصانیف ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ کا نتیجہ یہ ہے کہ دو عامل وارثت اور محیط تعلیم وتربیت میں موثر عامل کی حثییت رکھتی ہیں۔ عامل انسانی اور عامل غیر انسانی بھی انسانی زندگی میں موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ انسانی عوامل میں والدین کے علاوہ جن کا بچوں کی تربیت میں موثر اور براہ راست کردار ہوتا ہے، جیسے بھائی، رشتہ دار، دوست، مدیر، اساتذہ، امام جماعت، مسجد کا خادم اور معاشرے کے دیگر افراد بھی مثبت یا منفی تربیت میں موثر ہیں۔ غیر انسانی عوامل جو افراد کی تربیت میں موثر ہیں وہ درجہ ذیل ہیں: جسمانی عامل (وراثت)، جغرافیائی عامل، سماجی عامل، غذائی عامل، نفسیاتی عامل، جذباتی عامل، ثقافتی عامل اور مذہبی عامل۔ اسی طرح رہبر معظم انقلاب کے نزدیک تعلیم وتربیت کے لئے جو موثرادارے ہیں وہ درجہ ذیل ہیں: خاندان، تعلیم وتربیت کا ادارہ، سکول، یونیورسٹیاں، حوزہ علمیہ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ۔

کلیدی الفاظ: تربیت دینی، اہداف، عوامل، وراثت، محیط، موثر ادارے، افکار رہبر معظم انقلاب

[1]۔ اسلامک ریسرچ اسکالر، شعبہ فقہ وعلوم تربیتی جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، پاکستان

مقدمہ:

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے اہداف میں سے ایک لوگوں کو تعلیم دینا اور ان کی تربیت اور تزکیہ کرنا ہے۔ اسلام نے اپنے مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی احکامات میں انسانی تربیت پر خاص توجہ دی ہے۔ انسانی تربیت معاشرے میں ہوتی ہے کیونکہ انسان مدنی الطبع ہوتا ہے وہ فطرتا اجتماعی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ معاشرے میں اسے خاندان، سیاست، معیشت، مذہب اور تعلیم و تربیت وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان میں سے ہر ایک اس فرد سے خصوصی اقدار اور اخلاق کی توقع رکھتا ہے۔ یہاں اسے سوچ سمجھ کر منطقی انداز میں اور تعامل کے تقاضوں کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا یہ خیال کہ تربیت ایک انفرادی عمل ہے خام اور بے بنیاد خیال ہے۔ رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: معاشرے میں سماجی انصاف یعنی اجتماعی عدالت اس وقت قائم ہوتی ہے جب معاشرے کے افراد تربیت یافتہ ہوں، وہ نہ کسی پر ظلم کرے اور نہ کسی ظالم اور ستمگر کا ظلم و ستم سہے۔ (سید علی خامنہ ای، ۱۳۷۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا بعثت میں ہی تربیت کو سب سے پہلے خود سازی یعنی اپنی اصلاح اور اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کے ذریعے سے شروع فرمایا۔ یہ خود ان دو دینی اور قرآنی مفاہیم کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ تربیت اور صحیح پرورش سے مراد انسان کی ذاتی صلاحیتوں کو شکوفا کرنا تاکہ رشد اور حقیقی کمال تک پہنچ سکے۔ رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: "انسان کی روح اور انسان کی فکر کو آباد کرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے (جو در حقیقت اس کے مستقبل کے راستے کا نقشہ بناتی ہے)" (سید علی خامنہ ای، ۱۳۷۷) یہ بیان قرآن کریم کے نورانی بیان پر مبنی ہے جو انسان کی سعادت اور خوشبختی کو خودسازی اور دگرسازی یعنی دوسرے افراد کی تربیت قرار دیتا ہے اور جو اس اہم حکم کو نظر انداز کرے تو یقینا خسارے میں رہے گا۔ (قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاها وَ قَدْ خابَ مَنْ دَسَّاه) بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے آلودہ کیا نامراد ہوا۔ (شمس، ۹-۱۰)) انسان وہی بیج ہے جسے رشد کرنا چاہیے تاکہ پھل دے اور ثمر بخش ہو۔ (سید علی خامنہ ای، ۱۳۶۰)

یہ مقالہ رہبر معظم امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) کے نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت کے اہداف، عوامل اور موثر اداروں کے بارے میں ہیں اور اس تحقیق کا طریقہ کار رہبر معظم انقلاب کے بیانات کی وضاحت اور تجزیہ و تحلیل ہے۔ اس مقالہ کا بنیادی سوال یہ ہے کہ رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) کے نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت کے اہداف، عوامل کیا ہیں اور اسی سلسلے میں جو موثر ادارے ہیں وہ کون کون سے ہیں؟ موثر تعلیمی و تربیتی اداروں کی کیا ذمہ داری ہے؟

ایک اجمالی تحقیق کے باوجود راقم الحروف کو اس موضوع اور عنوان پر کوئی مقالہ یا کتاب نہیں ملا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس موضوع پر کوئی کام نہ ہوا ہو اگرچہ رہبر معظم انقلاب اسلامی کے نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت کی اہمیت اور اسلامی یونیورسٹیوں کے

معیاراور ان کی خصوصیات کے بارے میں ان کے ارشادات موجود ہیں۔اس لیے یہ مقالہ اس موضوع پر پیش کی جانے والی جدید تحقیق ہوگی۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔انسان کی خلقت کا مقصد معرفت اور قرب خداوندی حاصل کرنا ہے۔اسلام دین تعلیم و تربیت ہے اسی لئے خداوند متعال نے انسان کی تربیت کا بندوبست انسان کی تخلیق سے پہلے فراہم کیا اور انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اس کے اندر ایسی صلاحیت ودیعت کی کہ جس کے ذریعہ انسان اگر اپنے وجدان کی طرف توجہ کرے تو اس کا وجدان اسے رہنمائی کرے۔خداوند متعال نے صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی میدان میں بھی انسان کی تربیت کا سامان فراہم کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان کامل، مربی اور انبیاء بھیجے تاکہ وہ انسان کو اس کی فطرت کے مطابق تربیت کرے۔قرآن کریم انبیاء الٰہی کی بعثت کے اہداف میں سے ایک انسان کی تعلیم وتربیت کو قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: (هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یَتْلُواْ عَلَیهِمْ ءَایَاتِهِ وَ یزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الحِکْمَةَ) (جمعہ ،۲)اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہی میں سے تھے تاکہ وہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے،ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی کوشش یہی تھی کہ انسان کی اندرونی طاقت واستعداد مثبت پہلوؤں کی طرف گامزن ہو،اور وہ کمال اور سعادت کی بلندیاں طے کرے۔اللہ تعالی قرآنِ کریم سورۂ آلِ عمران میں اِس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى المُؤْمِنينَ إِذْ بَعَثَ فيهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ) (آل عمران، ۱۶۴) ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اِس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔امام خمینی رہ فرماتے ہیں: خدا کی طرف سے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں وہ سب انسان کی تربیت اور انسان سازی کے لئے آئے ہیں۔اسلامی تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضرورتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے خواہ مادی ہوں یا معنوی، جسمانی ہوں یا روحانی۔ تعلیم وتربیت دین اسلام کی بنیادی پالیسیوں اور بنیادی اہداف میں سے ایک ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کی ابتدا سے ہی اپنے آپ کو اس عظیم مشن کے لئے وقف کر دیا۔ رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: "انسانی زندگی میں ایک قیمتی اور کارآمد مسئلہ علم اور آگاہی ہے۔ علم، بہتر زندگی گزارنے کا ذریعہ ہونے کے

علاوہ ذاتا بھی مطلوب ہے، اسلامی تہذیب و تمدن کے لئے دو بنیادی عناصر ضروری ہیں: ایک فکری پیداوار، دوسرا انسانوں کی تربیت۔ رہبر معظم انقلاب تعلیم وتربیت کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں: "اگر کوئی ملک حقیقی معنوں میں تعمیر نو کے مراحل سے گزرنا چاہے تو اسے سب سے زیادہ انسان اور افراد کی تربیت پر سب سے زیادہ توجہ کرنی چاہیے" (سید علی خامنہ ای، ۱۳۷۵)۔ خداوند متعال نے انسان کے لیے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے تعلیم وتربیت حاصل کرے اور انبیاء کی ہدایات اور آسمانی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اور مسلسل کوشش کے ساتھ ایک قابل انسانی مقام تک پہنچ جائے کیونکہ حیوانی جبلتوں کی سرکشی اور جہالت اور نفسانی خواہشات کی تاریکیوں کو صحیح اور الٰہی تربیت کے بغیر ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تربیت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

لغت کی کتابوں میں لفظ "تربیت" کے لیے تین اصل اور ریشہ ذکر ہوئے ہیں۔ الف: ربا، یربو زیادہ اور نشو و نما پانے کے معنی میں ہے۔ ب: ربی، یربی پروان چڑھنا اور برتری کے معنی میں ہے۔ ج: رب، یرب اصلاح کرنے اور سرپرستی کرنے کے معنی میں ہے۔ (طلال بن علی متی احمد، ص۸و۱۴۳۱ھ) صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ "رب" مصدری معنی کے لحاظ سے کسی چیز کو حد کمال تک پہچانے، پرورش اور پروان چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (زبیدی، ص۴۵۹و۴۶۰، ۱۴۱۴ق)

صاحب التحقیق کا کہنا ہے اس کا اصل معنی کسی چیز کو کمال کی طرف لے جانے، نقائص کو تخلیہ اور تحلیہ کے ذریعے رفع کرنے کے معنی میں ہے۔ (حسن مصطفوی، ج۴، ص۲۰، ۱۴۳۰ق) اسی لئے اگر اس کا ریشہ (اصل) "ربو" سے ہو تو اضافہ کرنا، رشد، نمو اور موجبات رشد کو فراہم کرنے کے معنی میں ہے لیکن اگر "ربب" سے ہو تو نظارت، سرپرستی و رہبری اور کسی چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے پرورش کے معنی میں ہے۔

اسلامی علوم اور دینی کتابوں میں تربیت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں:

۱۔ قصد اور ارادہ کے ساتھ کسی دوسرے افراد کی رشد کے بارے میں ہدایت کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔

۲۔ تعلیم وتربیت سے مراد وہ فعالیت اور کوشش ہے کہ جس میں بعض افراد دوسرے افراد کی راہنمائی اور مدد کرتے ہیں تاکہ وہ بھی مختلف ابعاد میں پیشرفت کر سکے۔

۳۔ تربیت، سعادت مطلوب تک پہنچنے کے لئے انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا نام ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی استعداد کو ظاہر کرے اور راہ سعادت کا انتخاب کرے۔ (محمد بہشتی، ص۳۵)

۴۔ ہر انسان کی اندرونی استعداد کو بروئے کار لانے کے لئے زمینہ فراہم کرنا اور اس کے بالقوہ استعداد کو بالفعل میں تبدیل کرنے کے لئے مقدمہ اور زمینہ فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

۴۔ شہید مطہری لکھتے ہیں: تربیت انسان کی حقیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ ایسی صلاحیتیں جو بالقوہ جانداروں (انسان، حیوان، پودوں) میں موجود ہوں انہیں بالفعل پروان چڑھانے کو تربیت کہتے ہیں۔ اس بناء پر تربیت صرف جانداروں سے مختص ہے۔ (مرتضٰی مطہری، ص ۴۳، ۱۳۷۳ش)

۵۔تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت { جیسے جسم، روح ،ذہن،اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ} میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانا یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنا تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔ (اعرافی، ص ۱۴۱)

رہبر معظم انقلاب تربیت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تربیت سے مراد ہر چیز کی نشوونمااور رشد اور اپنے معین ہدف کی طرف حرکت ہے جہاں پہنچ کر وہ چیز کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ جیساکہ ایک پودا یا پھول کی پرورش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس پودے کو یا اس پھول کو رشد اور نشوونما ہونے دیں تاکہ اس سے پتے اور پھل پیدا ہوں، اور یہ پودا یا پھول اپنی ظاہری طور پر اور خوبصورتی کے لحاظ سے اپنی بہترین شکل کو پہنچ جائے ، اور اپنا پھل دے۔یقینا اس پودے کا پھل سالم اور شیرین ہوگا۔ (سید علی خامنہ ای، ۱۳۶۵) لہٰذا، رہبر معظم انقلاب کی نظر میں، تربیت سے مراد تمام انسانی صلاحیتوں کا پروان چڑھنا ہے، اور اس میں بہت وسیع معنی پایا جاتا ہے۔

تعلیم اور تربیت کے درمیان فرق

تعلیم اور تربیت کے درمیان کچھ فرق بیان ہوئی ہے جسے یہاں ذکر کریں گے:

۱۔ تربیت کا مقصد انسان کے اندر موجود بالقوۃ تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کو پروان چڑھانا اور شکوفا کرنا ہے، لیکن تعلیم میں بنیادی مقصد معلومات کی منتقلی ہے۔ (حاجی دہ آبادی، ۱۳۷۷)

۲۔ تعلیم میں، زیادہ تر انسانی وجود کی ایک جہت کے ساتھ سروکار ہوتا ہے اور وہ انسان کی علمی اور عقلی جہت ہے جبکہ تربیت میں انسان کے تمام جہات سے سروکار ہوتا ہے۔ (ایضا)

۳۔ تعلیم عام طور پر ایک استاد اور ایک مخصوص جگہ جیسے اسکول اور کلاس روم وغیرہ میں ہوتی ہے، لیکن تربیت میں ماحول کے تمام عوامل کسی نہ کسی طرح فرد کو متاثر کرتے ہیں۔ (مہدی صانعی،۱۳۷۸)

۴۔ تعلیم سے مراد علم کی منتقلی ہے جبکہ تربیت سے مراد اقدار کی منتقلی ہے۔ (کریمی، ۱۳۸۱)

۵۔ تعلیم کا تعلق کلاس روم کے اندر کی ذہنی اور علمی سرگرمیوں سے ہے، لیکن تربیت سے مراد وہ عملی سرگرمیاں ہیں جو کلاسسز کے اوقات سے ہٹ کر ہوتی ہیں۔ (ایضا)

۶۔تربیت وہ تعلیمات، پیغامات اور نمونے ہیں جو مذہبی، اخلاقی اور انقلابی پہلو رکھتا ہے لیکن تعلیم سے مراد وہ تعلیمات ہیں جو علمی اور شناختی پہلو رکھتا ہے اور یہ نصابی کتابوں کی شکل میں رسمی طریقے سے پڑھائی جاتی ہے (ایضا)

رہبر معظم انقلاب تعلیم اور تربیت کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں "ایک خاص اصطلاح میں تربیت، تعلیم کے علاوہ کوئی اور چیز ہے، تعلیم سے مراد سیکھنا ہے، جبکہ تربیت سے مراد کسی خاص شکل میں ڈھل جانا ہے جس میں دینی اور اخلاق تربیت شامل ہے۔ (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۵) البتہ یہ جاننا چاہیے کہ تعلیم اور تربیت کا آپس میں گہرا رشتہ ہے، اس طرح کہ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر اپنے بنیادی مقاصد حاصل نہیں کر سکتا ہے۔وہ فرماتے ہیں: " تعلیم ،تربیت کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ استاد کو مربی بھی ہونا چاہیئے۔

صحیح جسمانی اور ذہنی تربیت متربی کے ذہن اور عقل کو مطلوبہ انداز میں آمادہ کرتی ہے اور اس کے ذہن کو مواد کی گہرائی تک پہنچنے اور معاملے کے حقائق کو سمجھنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ امام خمینی (رہ) نے بھی تعلیم و تربیت کو ایک دوسرے کا ضمیمہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: تعلیم ہمیشہ تربیت کے ساتھ ہونی چاہئے، صحیح تربیت یعنی اسلامی تربیت۔ اگر تربیت کے بغیر تعلیم تنہا ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات یہ نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔ تعلیم کے بغیر تربیت بھی نہیں ہوتی ہے۔ان دونوں کو ہمیشہ ایک ساتھ ہونا چاہیے۔ انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو تعلیم و تربیت سے پروان چڑھتی ہے (امام خمینی رہ)

بلاشبہ تربیت ہر انسان کی فکری شخصیت کی بنیاد رکھتی ہے اسی لئے رتبے کے اعتبار سے تعلیم پر مقدم ہے جبکہ تعلیم صرف انسان کی ذہنی قوتوں کو تقویت دیتی ہے جیساکہ آیت میں مذکور ہے: (وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتابَ وَ الْحِکْمَةَ) (آل عمران، ۱۶۴)

مقام معظم رہبری فرماتے ہیں: تعلیم سے پہلے تربیت انسان کو متحرک کرتی ہے اگر تربیت نہ ہو تو انسانی بصیرت اس کے کام نہیں آتی ہے (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۸)

اسلامی تعلیم وتربیت کے اہداف

کسی بھی کام کے انجام دینے سے پہلے اس کے اہداف کا قطعی طور پر تعین ہونا چاہیے، رہبر معظم ہدف کی تعیین کے بارے میں فرماتے ہیں: ہر انسان کی حقیقت اس کی خواہشات، افکار، اہداف اور اس کا راستہ ہے (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۸) تعلیم اور تربیت میں بھی ہدف کو احتیاط سے جاننا چاہیے تاکہ سمت، طریقوں اور اس کے بارے میں معلومات کی کمی کے خطرات سے بچا جاسکے۔ ایک اور قابل ذکر نکتہ یہ کہ اہداف کے الٰہی ہونے میں غور و فکر ہے۔ رہبر معظم انقلاب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ واحد پائیدار اور باقی ماندہ ہدف الٰہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ہر وہ ہدف جو کسی فرد کی خاطر یا کسی کی ذات پر منحصر ہو تو وہ اسی فرد سے مختص ہو جاتا ہے اور جب وہ شخص چلا جاتا ہے یا مر جاتا ہے تو وہ ہدف بھی ختم جاتا ہے، لیکن جو ہدف الٰہی ہو یا خدا کی رضایت شامل حال ہو اور انسان اس ہدف کی خاطر اپنی جان کی قربانی دیتا ہے، وہ ہدف انسان کے مرنے کے بعد ختم نہیں ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیم وتربیت کے کچھ اہداف درج ذیل ہیں:

۱۔ توحیدی عقائد اور دینی اصولوں کی پاسداری

اسلام سمیت تمام توحیدی مکاتب انسانی تربیت کے لیے آئے ہیں۔ لہٰذا مذہب کے تمام مظاہر دراصل کسی نہ کسی طرح کے تربیتی آثار رکھتے ہیں، لیکن ان آثار کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی شناخت کے ساتھ اصل توحید پر ایمان لانا چاہیے۔ توحید پر عقیدہ اسلامی تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا ہدف ہے،۔ رہبر معظم انقلاب توحید کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: توحید کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کی بندگی اور عبادت نہ کرنا، ہر قسم کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرنا اور ہر کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ ہونا یعنی انسانی تسلط کے نظام کی ہتھکڑیوں کو توڑ دینا۔ خدا وند متعال کی رحمت سے مانوس ہونا اور ناکامی کے امکان سے خوفزدہ نہ ہونا... مختصراً، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدائی طاقت اور حکمت کے سمندر سے متصل رکھنا اور اعلیٰ ترین ہدف کی حصول میں امید کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھنا۔ (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۹)

توحید کی اس تشریح کے مطابق تعلیم وتربیت کے معاملے میں اسلام کے اس بنیادی اصل کی طرف توجہ نہ کرنا اسلامی معاشرے میں پسماندگی، کمزوری، ہمت اور نوآوری کی کمی کا سبب بنتا ہے۔ اسلامی ممالک کو پسماندگی اور مغرب کے انحصار کی وادی سے نجات دلانے کا راستہ حقیقی توحید میں پناہ لینا ہے۔ رہبر معظم اس سلسلے میں فرماتے ہیں: اس کا علاج یہ ہے کہ مسلمان اسلام ناب کی طرف رجوع کریں کہ جس میں توحید اور خدا کے علاوہ کسی اور کی عبادت کا انکار ہر چیز سے زیادہ نمایاں اور روشن ہے۔ وہ اپنی عزت اور قدرت کو دین اسلام سے حاصل کریں۔ لہٰذا دینی تعلیم وتربیت میں اصل توحید کے جامع نظریے کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

۲. اسلامی افکار کو عمیق طریقے سے سمجھانا

اگرچہ اسلامی جمہوریہ ایران کے قیام کے ساتھ ہی عملی توحید، جہاد اور ولایت جیسے بہت سے اسلامی تصورات اور اصولوں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی یہ موضوعات ذہنوں میں اس قدر راسخ نہیں ہوئے ہیں لہٰذا مختلف شکوک و شبہات کی وجہ سے یہ مفاہیم لوگوں کے اذہان سے ختم نہ ہو جائے۔اسلامی اصولوں کو صحیح طریقے سے بیان کیا جانا چاہیے تاکہ معاشرے میں اسلامی سوچ عمیق طریقہ سے راسخ ہو جائے۔ان اصول میں سے کچھ یہ ہیں:

الف: اسلامی جمہوریت (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۸)

ب:حکومت اسلامی اور ولایت فقیہ (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۹)

ج: ولایت فقیہ اور امام راحل کی محوریت میں عمومی وحدت (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۸)

د: استقلال و آزادی

ہ:استکبار ستیزی (ایضا، ۱۳۶۵)

۳. اللہ تعالیٰ پر توکل

انسان کی تخلیق کچھ اس طرح ہے کہ انسان کو اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک وہ ایمان نہ لائے اور ذکر الٰہی نہ کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: (وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً) (طٰہ، ۱۲۴) اور جو میری ذکر سے منہ موڑ لے ،اس کی روزی (دنیا میں) تنگ ہو جائے گی۔

ذکر الٰہی سے غافل ہونا، دنیاوی امور کی طرف توجہ اور نفسانی خواہشات کی پیروی انسانی زندگی کو دشوار بناتی ہے اور اس کے ساتھ اندرونی بے چینی اور اضطراب بھی لاحق ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہی دلوں کو سکون دیتی ہے۔(أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) (رعد، ۲۷) اللہ کی یاد ہی دلوں کو سکون دیتی ہے۔ حضرت علی (ع) بھی ذکر الٰہی کو دلوں کا نور سمجھتے ہیں اور اس کی نصیحت کرتے ہیں:. (عَلَيْكَ بِذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّه نَوَّرَ القُلُوبَ) (تمیمی آمدی، ۱۳۶۶) تم پر لازم ہے کہ اللہ کا ذکر کرتے رہو کیونکہ اللہ کا ذکر دلوں کا نور ہے۔

وہ دل جس میں ایمان ہو اور خدا کے آگے سر تسلیم خم ہو، وہ اچھی چیزوں کے منبع کو سمجھ سکتا ہے اور اپنے مستقبل کی امید رکھتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ ناامید اور مایوس نہیں ہوتا ہے۔ دینی تعلیم و تربیت کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف متربی کو خداوند متعال اور ذکر خدا اور عبادتی امور کی طرف توجہ دلانا ہے۔رہبر معظم انقلاب ذکر خدا کو اسلامی معاشرے کے تمام افراد کا فریضہ

قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں : ہم سب کو چاہیے کہ ہمارے ذاتی اور فردی اعمال میں بھی خدا کی طرف توجہ کریں، اور خداوند متعال کے ساتھ حقیقی اور محکم رابطہ قائم کرتے ہوئے اپنی خواہشات نفسانی کے ساتھ مقابلہ کریں تاکہ خدا کے ساتھ ہمارا رابطہ مضبوط ہو جائے اور یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ (آ قای خامنہ ای، ۱۳۶۹)

۴. اخلاقی اقدار کی حفاظت

مختلف نظام میں بہت سے انسانی مسائل کی بنیادی وجہ معنویت سے غافل ہونا اور مادیت پرستی کا رجحان ہے۔ عصر حاضر کے اخلاقی بحران سے چھٹکارا پانے اور اخلاقی اقدار کے احیاء کے لیے شدید قیام کرنے کی ضرورت ہے۔ رہبر معظم انقلاب اخلاقی اقدار کی ترجیح کے بارے میں فرماتے ہیں : ہم اخلاقی اور معنوی اقدار کو نوجوانوں کی ضرورت سمجھتے ہیں، جو علم سے زیادہ اہم ہیں، اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا انقلاب ان اقدار کی وجہ سے کامیاب ہوا ہے۔ (آ قای خامنہ ای، ۱۳۶۵) اخلاقی اقدار کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ان اقدار کو تعلیمی و تربیتی نظام میں شامل کیا جانا چاہیے۔ اس لیے رہبر معظم انقلاب ایک مناسب تعلیمی منصوبے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

عاجزی، تواضع، اخلاص، خدا کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک، دشمنوں کے سامنے ثابت قدمی، فداکاری، مال و دولت، مقام و مرتبہ، اپنی جان و اولاد، اور آرام و صحت کو رضائے الٰہی کے لیے قربان کرنا، یہ سب وہ بنیادی اور اعلیٰ اقدار ہیں جس کے لیے ہمیں سخت محنت کرنی چاہیے اور اسے اپنی تعلیم و تربیت میں مد نظر رکھنا چاہیے۔

تعلیم کے موثر عوامل

ماہرین تعلیم و تربیت جن اہم عوامل کا غالبا بعنوان تربیت میں موثر عوامل کے طور پر تذکرہ کرتے ہیں وہ دو عوامل "وراثت" اور "ماحول" ہیں۔ اسلام انسانی تربیت کے موثر عوامل کو صرف مذکورہ عوامل تک محدود نہیں رکھتا ہے بلکہ دیگر عوامل کے موثر ہونے کا بھی یقین رکھتا ہے۔ دیگر عوامل جیسے "ارادہ" اور "مافوق الفطرت عوامل"۔ اسلام کے نقطہ نظر سے، "ارادہ و اختیار" انسانی تربیت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، اور یہ "خود سازی اور اخلاق" جیسے موضوعات کی بنیاد ہے۔ کیونکہ "ارادہ و اختیار" کی مدد سے ہی انسان اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر تربیت کی سمت صرف وراثت اور ماحول کے دو عوامل پر مبنی ہوتی تو "اپنے نفس کی اصلاح" کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ اسلامی عقیدے کے مطابق، "مافوق الفطرت عوامل انسانی زندگی میں ایک مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر شیطان اور انسانی تربیت پر اس کے غیر مطلوب اثرات پر عقیدہ صرف ایک علامتی اور سمبلیک عقیدہ نہیں ہے، بلکہ شیطان ایک حقیقی موجود ہے جس نے انسانوں کو صراط مستقیم سے بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنے کی قسم کھائی ہے۔ لہٰذا انسان کی تربیت میں "وراثت" اور "ماحول" کے علاوہ، "ارادہ واختیار" اور "مافوق الفطرت" عوامل کا عنصر بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

انسانی تربیت کے عوامل میں سب سے اہم درج ذیل عوامل ہیں: ۱۔ انسانی عوامل ۲۔ غیر انسانی عوامل

الف: انسانی عوامل

والدین کا کردار

بلا شبہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار نہایت اہم ہے کیونکہ یہ ایسے حالات فراہم کر سکتے ہیں جو تربیت کے تمام پہلوؤں میں ان کے طرز عمل، اخلاقیات اور عقائد کو صحیح طریقے سے تشکیل دے سکتے ہیں یا انہیں صحیح سمت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

روایت میں موجود ہے کہ بچہ فطرتِ الٰہی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور خدا کا طالب ہوتا ہے لیکن والدین اسے یہودی یا عیسائی بناتے ہیں۔ «كل مولود يولد على الفطره حتي يكون ابواه يهودانه وينصرانه» (مجلسی، جلد ۳، صفحہ ۲۸۱، ۲)

تاریخ میں مذکور ہے کہ صاحب بن عباد بہت سخی آدمی تھا، انہوں نے خود کہا: یہ سخاوت میں نے اپنی والدہ سے سیکھی ہے، کیونکہ میری والدہ جب میں اسکول جانا چاہتا تھا تو وہ مجھے روزانہ پیسے دیتی تھی اور کہتی تھی کہ اسے صدقہ دے دو۔ روزانہ مجھے پیسے دینے اور اسے صدقہ دینے نے مجھے سخی بنا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ انسان جس طرح اپنے بارے میں سوچتا ہے اسی طرح دوسروں کے بارے میں بھی ایسا ہی سوچنا چاہیے جیسا کہ اسے اپنے بارے میں سوچنا چاہیے۔

بچے، اس کی موجودہ اور مستقبل کی زندگی کے لیے باپ کا کردار بہت اہم ہے۔ اس کے موروثی اور ماحولیاتی اثرات ہوتے ہیں جو بچے کے لیے فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ اس کا طرز عمل ایک نمونہ اور اس کا کلام ایک دستاویز ہے، اس کا غرور موثر ہے، اس کی جرات تسلی بخش ہے، اس کی ہیبت اور وقار تعمیری ہے۔ اس کی زندگی اور وجود خاندانی مرکز کی گرمجوشی اور جوش و خروش کا سرچشمہ ہے، برتاؤ کا انداز، نظم و ضبط کا معیار، پیار و محبت کا طریقہ، اسی طرح اپنے رفتار میں متزلزل اور قاطع ہونا بچے کے لئے موثر درس ہے۔ باپ کی شرافت اتنی مقدار میں بچے کے لئے موثر ہے جتنی اس کی صحت بچوں پر موثر ہے۔ اسی طرح ماں سکون اور محبت کا سب سے واضح ذریعہ اور خاندانی خوشی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت امام خمینی (رہ) ماں کی گود کو درسگاہ سمجھتے ہیں جہاں بڑے بڑے انسانوں کی تربیت ہوتی ہیں۔ وہ مناسب تربیت کے لیے گھر میں خواتین کی ذاتی موجودگی پر زور دیتے ہیں اور اس معاملے پر پوری توجہ کے ساتھ وہ ماؤں کی سماجی موجودگی کے خلاف نہیں

ہیں۔ لیکن ان کا اصرار ہے کہ بچوں کی پرورش ان کی ماؤں کی گود میں ہونی چاہیے۔ بچے میں صحیح اور موزوں ثقافت کی منتقلی میں ماں کے رویوں اور طرز عمل کا اثر قابل توجہ ہے۔ خاندان میں کامرانی، اس میں سلامتی اور امن کے ساتھ ساتھ بچوں کی طاقت اور آزادی کا دار و مدار ماں کی موجودگی پر ہوتا ہے۔ بچہ کا تعلق سب سے زیادہ ماں سے ہوتا ہے، وہ اس سے مذہبی اور اخلاقی مفاہیم سیکھتا ہے، وہ اسے اپنے طرز عمل میں اپنے لئے آئیڈیل اور نمونہ قرار دیتا ہے۔ اس لئے دین اور اخلاق کی تربیت ماں کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ والدین کے علاوہ، جن عوامل کا بچوں کی مثبت اور منفی تربیت میں موثر اور براہ راست کردار ہوتا ہے وہ درجہ ذیل ہیں ا۔ بھائی اور بہنیں، ۲۔ خاندان کے دیگر افراد ۳۔ رشتہ دار ۴۔ دوست ۵۔ منتظمین ۶۔ اساتذہ ۷۔ سکول کے دیگر اسٹاف ۸۔ اجتماعات ۹۔ مساجد ۱۰۔ امام جماعت ۱۱۔ مسجد کے خادم وغیرہ۔

ب) غیر انسانی عوامل

بچوں کی تربیت میں جو غیر انسانی عوامل کارآمد ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہاں ہم ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ ا۔ جسمانی عنصر (وراثت) ۲۔ جغرافیائی عنصر ۳۔ سماجی عنصر ۴۔ خوراک کا عنصر ۵۔ نفسیاتی عنصر ۶۔ جذباتی عنصر ۷۔ ثقافتی عنصر ۸۔ مذہبی عنصر وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک عنصر تربیت پر اثرانداز ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ عناصر جو بہت ہی اثر انگیز اور موثر ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ موروثی عنصر

تربیت میں سب سے اہم عوامل میں سے ایک موروثی عنصر ہے۔ اس لیے اسلام نے بچے کی پیدائش سے پہلے خصوصی دیکھ بھال پر بہت زور دیا ہے۔ ایک مرد اور عورت جو ہر جہت سے مساوی ہیں اور اخلاقی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ بہتر اور اچھے ماحول میں انسان کی صحیح تربیت کر سکتے ہیں۔ اسلام انسانوں کی تربیت کرنے کا دین ہے۔ اس آسمانی دین کے احکامات جیسے والدین کی شادی سے پہلے کے فرائض، شریک حیات کا انتخاب، میاں بیوی اور ان کے اہل خانہ کے اخلاق کے بارے میں ہیں۔ ان تمام احکامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچے کی شخصیت کی بنیاد اس کی پیدائش سے پہلے ہی رکھی جاتی ہے۔ امام خمینی (رہ) وراثت کے اصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر والدین فاسد اخلاق کے حامل ہوں اور ان کے اعمال غیر انسانی ہوں تو یہ ضرور ان کے بچوں پر اثرانداز ہوتا ہے۔

۲۔ جغرافیائی عنصر

قدرتی اور مادی عوامل، جائے پیدائش اور نشوونما کے مقام اور آب و ہوا کے حالات بھی بچے کی ظاہری شکل اور اس کی شخصیت میں موثر ہے۔ ابن خلدون جغرافیائی ماحول کے انسانوں پر اثر کے بارے میں کہتا ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرتی ماحول انسانوں پر موثر ہے اور اخلاقیات کے لحاظ سے یہ لوگوں میں بعض حالات پیدا کرتا ہے۔

۳۔ سماجی عنصر

سماجی عوامل اور سماجی ماحول سب سے اہم عناصر میں سے ہیں جو انسانی شخصیت کی ساخت کو تشکیل دیتے ہیں۔ تعلیم وتربیت کے ماہرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ انسان کے تمام فطری امور اور معاملات معاشرے اور تاریخ کی وجہ سے ہیں اور معاشرے کے اثر ورسوخ پر ایک عرصے سے تاکید کیا جارہا ہے۔ مختلف سماجی ماحول اور ادارے جو انسان کی شخصیت میں موثر ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں: خاندان، تعلیم وتربیت کا ادارہ، حوزہ علمیہ، دیگر دینی مدارس اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن۔

۴۔ کھانے کا عنصر

نشوونما میں ایک موثر عنصر کے طور پر خوراک بہت اہم ہے، کیونکہ یہ وہ پہلی بنیاد ہے جس پر بچے کا اپنی ماں پر انحصار اور دلچسپی قائم ہوتی ہے، اور ماں بھی اس کا پہلا منبع ہے۔ مناسب خوراک اور اسکول کی سرگرمیوں کے درمیان تعلق بھی بالکل واضح ہے۔ جو بچہ مناسب اور مفید کھانا نہیں کھاتا اور اپنے جسم کو ضروری وٹامنز نہیں پہنچاتا وہ نہ فقط تعلیمی میدان میں رشد اور ترقی نہیں کرتا بلکہ بہت خطرناک بیماریوں میں مبتلا بھی ہو سکتا ہے۔ حلال اور حرام مال بھی بچے کی شخصیت کی تشکیل اور نشوونما پر براہ راست موثر ہوتا ہے۔ لقمہ حرام انسان کی نسل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (کَسْبُ الْحَرَامِ يَبِينُ فِي الذُّرِّيَّةِ) (کلینی، جلد ۵، صفحہ ۱۲۴، ۱۴۰۷)، حرام مال بچوں میں ظاہر ہوتا ہے اور ان پر اثر ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان اپنی محنت سے پیسہ کماتا ہے اور اپنے واجبات ادا کرتا ہے، تو یہ اس کے رہن سہن، رفت وآمد میں ضرور اثر کرتا ہے اور یہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا باعث بنتا ہے۔ ایک شخص جو اپنے واجبات ادا کرنے کا پابند ہے، اپنے والدین کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے، باقاعدگی سے ان کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے، دوسری طرف وہ اپنے رشتہ داروں کی حالت سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے، غریبوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے۔ اسی طرح حلال روزی کمانا باعمل اولاد کی تربیت کرنے کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ بچے وہی سیکھتے ہیں جو وہ دیکھتے ہیں۔ حلال روزی کمانے کے لیے جس طرح سے کوئی شخص کام کرتا ہے وہ خود بخود بچوں کی تربیت کا باعث بنتا ہے، اور والدین ان کے تربیتی اثرات سے ایک دائرے میں مستفید ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچے جب مالی اعتبار سے مستقل ہو جاتے ہیں تو اپنے والدین کی عزت واحترام کا باعث بنتے ہیں۔ غذائیت

کے ماہر کا بھی کہنا ہے "آپ مجھے بتائیں کہ آپ پہلے کیا کھاتے ہیں تاکہ میں آپ کو بتا سکوں کہ آپ کون ہیں" یہی اس بات کی دلیل ہے کہ غذاانسان کی رفتار اور اخلاق پر اثر کرتا ہے۔

تعلیم و تربیت کے موثر ادارے

تعلیم و تربیت کے موثر ادارے منظّم سماجی اور ثقافتی ادارے ہیں، جو اسلامی معاشرے میں ثقافت کی ترسیل، توسیع اور ترویج میں سب سے اہم عنصر کے طور پر معاشرے کے لوگوں کو تمام جہتوں میں اچھی زندگی کے حصول کے لیے تیار کرنے کے ذمہ دار ہیں اور کہ اس سطح کی تعلیم عام لوگوں کے لیے ضروری ہے یا مناسب ہے۔

الف: خاندان

خاندان، ثقافت، فکر، اخلاقیات، روایات اور جذبات کو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل کرنے کے اہم عوامل میں سے ایک ہے۔ خاندان کے افراد میں، ماؤں کا بچوں پر سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ خاص طور پر ان خاندانوں میں جو اسلامی سنت اور روایات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں،اس طرز زندگی کے مطابق ماں کا دودھ بچے کی بہترین خوراک ہے اور ماں کی آغوش بچوں کی پرورش کے لیے بہترین جگہ ہیں۔ اس رویے کی بنا پر قرآن کریم میں خواتین کے لیے سب سے نمایاں اور اعلیٰ ترین کردار جو ماؤں کا بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے۔خواتین فطرت اور تخلیق کے مطابق تین فطری کرداروں میں اپنا اظہار کرتی ہیں: بیٹی کا کردار، بیوی کا کردار اور ماں کا کردار ان تینوں کرداروں میں سے وہ جو عورت کو ایک خاص مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے، جو جھکنے اور تعظیم کے لائق ہے، وہ ماں کا مقام و مرتبہ ہے۔ قرآن کریم کے دو سورتوں میں لفظ "ماں" جداگانہ تاکید کے ساتھ آیا ہے اور حمل اور دودھ پلانے کے دوران اپنے بچے کی پرورش، تربیت اور صحت کے لیے جو تکالیف، زحمتیں اور بیداری اس نے برداشت کی ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اور اس طرح باپ کی نسبت ماں کی عزت و احترام کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: بچے کی تربیت کا بہترین طریقہ ماں کی آغوش میں اس سے پیار و محبت کرکے اس کی استعدادوں کو پروان چڑھانا اور انہیں بروئے کار لانا ہے۔" (آقای خامنہ ای، ۵۷ ۱۳)

بچے کی پیدائش کے بعد خاندانی ماحول انسان کی شخصیت کی نشوونما میں سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک صحت مند اور صالح خاندان ایک ایسا مرکز ہوتا ہے جہاں بچے کے جذبات اور احساسات صحیح طریقے سے پروان چڑھتے ہیں اور اس کے برعکس ایک غیر صحت مند خاندان میں انسان اپنی فطری نشوونما سے محروم ہو جاتا ہے اور رویے کی خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ خاندان کی اہمیت کے

بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) فرماتے ہیں: ہر بچہ فطرت (توحید) کے مطابق پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی نہ بنا دیں۔ (مجلسی، ج ۳، ص ۲۸۲، ۱۴۰۴)

رہبر معظم انقلاب اسلامی فرماتے ہیں: اسلام نے بچپن اور جوانی اور پھر جوانی کے لیے کئی تربیتی عوامل کا تعین کیا ہے، جن میں سے ایک والدین کی تعلیم اور خاندانی ماحول کے اثرات ہیں۔ (آ قای خامنہ ای، ۱۳۶۵) ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں: "والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کے معاملات کو قیمتی سمجھیں اور خاندانوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کو صحیح طریقے سے تعلیم و تربیت دینے کی کوشش کریں اور ان کی صحت کا خیال رکھیں اور بچوں کو مستقبل کے لیے مفید اور کارآمد بنائیں۔ اگر کسی خاندان میں جھوٹ بولنے سے گریز کیا جائے تو اس گھر کے بچے بھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور ایسے تعاملات خود بچوں کی مناسب تعلیم و تربیت فراہم کرتے ہیں۔ " (آ قای خامنہ ای، ۱۳۶۸)

تاریخ کے ہر دور میں، خاندانوں نے معاشرے کے قبول کردہ اخلاقی اصول و ضوابط کو اپنے بچوں تک منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر بچہ اپنے مذہب اور بنیادی عقائد کو پہلی بار خاندان کی آغوش میں سیکھتا ہے، اور وہیں سے اسے اس کے اصول، فروعات اور واجبات اور محرمات کا علم ہو جاتا ہے۔ بچہ ایک بند دنیا سے نکل کر ایک وسیع و عریض دنیا میں قدم رکھتا ہے اور وہ ان کے اسرار کو دریافت کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح چیزوں کی اصلیت کے بارے میں پوچھنا شروع کرتا ہے کیونکہ یہ اس کی فطرت میں ہے۔ علت و معلول کے بارے میں سوال کرتا ہے ۔ یہ اس بچے کے لیے مناسب موقع ہے اور والدین کو اس موقع سے فائدۃ اٹھاتے ہوئے ان کے سامنے حقائق بیان کرنا چاہیے۔ جواب دینے کا ایک طریقہ بچوں کو کتابوں سے مانوس کرانا ہے اور والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو شروع سے ہی کتابوں سے آشنا کریں۔ چھوٹے بچوں کو بھی کتاب سے انس پیدا کرنا چاہیے۔ کتابیں خریدنا خاندان کے اہم اخراجات میں سے ایک سمجھا جانا چاہیے۔ (آ قای خامنہ ای، ۱۳۷۴)

اس طرح بچوں کی پرورش کے طریقہ کار کے بارے میں خاندانوں کی مسلسل تعلیم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں، رہبر معظم انقلاب کچھ مفاہیم جیسے کہ بچے کے لیے محبت اور احترام، بچے کی زبان جاننا اور اس سے بات چیت کرنا، اور مناسب کھیلوں اور تفریح کے ذریعے جسمانی اور ذہنی صحت کا ماحول پیدا کرنے کو خاندانوں کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بچے کی زندگی کے پہلے چھ سال اس کی شخصیت کی تشکیل میں خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، جن میں منطقی اور لسانی صلاحیتوں کی نشوونما، جذباتی توازن اور سماجی تعلقات قائم کرنے کی صلاحیت اور روحانی مسائل سے واقفیت شامل ہے۔ (آ قای خامنہ ای، ۱۳۶۶)

رہبر معظم انقلاب مغرب کے زوال کا ایک اہم سبب خاندانی بنیاد کے کمزور ہونے کو سمجھتے ہیں، اور اس کی بڑی وجہ خاندان میں ماں کا اپنے اہم مقام پر نہ ہونا ہے؛ اس لیے وہ اس سلسلے میں تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: گھر اور خاندان کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ ماں کا مسئلہ، بیوی کا مسئلہ بہت بنیادی اور اہم مسائل ہیں۔ والدین کے فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ایمان کا خیال رکھیں۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی فرماتے ہیں: ہمیں اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت کے بغیر چھوڑنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ان کے ایمان کی حفاظت کرنی کی کوشش کرنا چاہیے اور والدین کوئی ایسا کام انجام نہ دیں جس کی وجہ سے ان کے جوان بیٹے اور بیٹیوں کے ایمان متزلزل ہو جائیں۔ بعض اوقات، انسان اپنے بے قابو زبان سے کوئی غلط بات کہہ دیتا ہے یا اپنے بے قابو ہاتھوں سے کوئی حرکت انجام دیتا ہے جس کی وجہ سے جوان اولاد کی بنیادی ایمان، اعتقادات اور مذہبی اصول سب ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات بے جا سختی کے ذریعے سے جبکہ بعض اوقات بے جا سہولیات دے کر اور ان کی ہر غلطی کو نظرانداز کرکے اپنے ہاتھوں سے بچوں کو دور کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں بچے خراب ہو جاتے ہیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ منطقی، صحیح اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ **«قوا انفسکم و اهلیکم»**؛ اپنے اولاد اور بیوی کی حفاظت کرو۔ یہ آپ کے شرعی فرائض میں سے ایک ہے۔ (آقای خامنہ ای، ۱۳۸۳)

ب: محکمہ تعلیم و تربیت

اسلامی معاشرے کی تعلیم و تربیت میں تعلیم و تربیت کے ادارے کا اہم کردار ہے۔ رہبر معظم انقلاب اس حساس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عسکری، سیاسی اور اقتصادی محاذ پر دشمن کے دباؤ کا ہدف ثقافتی محاذ پر کمزور کرنا ہے۔
اگر امریکہ اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ ایران کی تعلیم و تربیت کو وہ اس طرح سے تبدیل کریں کہ ممکن ہو کہ اگلے چند سالوں میں کوئی انقلاب کا نام لینے والا نہیں کوئی نہ رہے تو وہ اپنی اقتصادی ناکہ بندی پر مزید اصرار نہیں کرے گا۔ (ایضا، ۱۳۶۳) آپ وزارت تعلیم و تربیت کو ملک کے مستقبل کی بنیاد قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اسلامی معاشرہ دشمنوں کے ناکام منصوبوں کو ختم کرنے کے لئے غیبی امداد کے بعد محکمہ تعلیم و تربیت، ہمدرد اساتذہ کرام اور طلباء کی طرف سے پر عزم ہیں جو دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے انقلاب کا سرمایہ ہیں (ایضا، ۱۳۶۱)
استعمار ہر ملک میں تعلیم کے بنیادی ذرائع پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایلیمنٹری اسکولز، ہائی اسکولز، یونیورسٹیاں، اور اساتذہ کی تربیت کے مراکز قائم کرکے وہ ایک نسل کو اس بات کی تعلیم دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اس طرح سوچیں جس طرح استعمار چاہتے ہیں، تاکہ استعمار کے مفادات کو اس طرح محفوظ بنایا جاسکے۔ ثقافتی یلغار، استعمار کی سب سے مشکل قسم اور

انحصار کی سب سے شدید قسم ہے اور نئے استعمار کی بنیاد ثقافتی یلغار پر ہے۔ استعمار ہر ملک میں ثقافت اور تعلیم کو اپنے قبضے میں لے کر نوجوان نسل کو بگاڑ دیتا ہے۔ (آقای خامنہ ای، ۱۳۹۱) اگر کوئی معاشرہ اپنے معاشی، صنعتی، سیاسی اور سماجی نظام کو تبدیل کرنا چاہتا ہے اور اسے نئے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے تو اس کے لیے انسانی وسائل کی ترقی کے لیے ایک جامع پالیسی کی ضرورت ہے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ نظامِ تعلیم اور خاص طور پر محکمہ تعلیم وتربیت صحیح نہ ہو۔

رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: اگر اسلامی جمہوریہ ایران اسلام کا جھنڈا تھامنا چاہتی ہے، اگر خود سعادت حاصل کرنا چاہتی ہے، دنیاوآخرت کو سنوارنا چاہتی ہے، جیساکہ قرآن کریم کی تعلیمات بھی یہی ہے کہ انسان دنیااورآخرت دونوں کوآباد کرسکتا ہے اور یہ کام انسان کو حتما بجالانا چاہیے، تو اس کے پاس شریف، عقلمند، بااستعداد، اختراعی اذہان کے مالک، بااخلاق، نڈر، باہمت نئے میدانوں میں بغیر خطر کام کرنے والے، خطرات مول لینے والے، صابر، بردبار، پر امید، غیر خود غرض، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور خدائی طاقت پر مکمل بھروسہ رکھنے والے افراد کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے یہ تمام چیزیں اپنے تمام عقیدت مندوں اور مومنین کو ایک مکمل پیکیج کی صورت میں فراہم کی ہیں۔ ہمیں ان چیزوں سے کماحقہ استفادہ کرنے کی ضورت ہے اور محکمہ تعلیم وتربیت کی پیداوار اس قسم کے انسان ہونا چاہیے۔ (آقای خامنہ ای، ۱۳۹۰)

سکول

"سکول" وہ پہلا مقام ہے جہاں انسان کی شخصیت کی نشوونما ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں خاندان کے بعد بچے کی جسمانی، احساساتی اور معنوی نشوونما کا پہلا قدم اسی جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ اسی لئے رہبر معظم انقلاب اساتذہ پر تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اساتذہ کو چاہیے کہ سکولوں میں بچوں میں محبت، احترام، عفوودرگزر اور ان میں الہی اقدار کی تربیت کریں اور بچوں کے اندر موجود الہی استعدادوں کو کشف کرکے اور انہیں نشوونما کرکے انہیں اسلامی طریقے سے تربیت دیں۔ (ایضا، ۱۳۶۱)

عالم کو چاہیے کہ اپنا علم دوسروں کو سکھائے کیونکہ علم وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے اور اسے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تمام تعلیمی وتربیتی عوامل میں سے، نظام تعلیم میں سب سے اہم عنصر کے طور پر استاد کا کردار بہت بڑا مقام اور اہمیت رکھتا ہے۔ طلبہ کی نشوونما میں استاد کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ اساتذہ کی تمام سرگرمیاں، جیسے بچوں اور نوعمروں کی نشوونما کے عمل کو سمجھنا، تدریس کے طریقے اور ان کے تدریسی میدان میں دلچسپی، ان عوامل میں سے ہیں جو طلباء کی تعلیم وتربیت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: آپ اساتذہ اس مسئلہ کو نظرانداز نہ کریں کہ تربیت بھی آپ کے کام کا حصہ ہے۔

اور بہتر ہے کہ ایک استاد کے معنوی اثر سے ایک طالب علم پر اثر پڑے اور طالب علم کے دل میں ایک روشن مقام چھوڑ جائے (آقای خامنہ ای، ۱۳۸۷)

یونیورسٹیاں

رہبر معظم کے نقطہ نظر سے یونیورسٹی بہت اہمیت کی حامل ہے اور اس نے انقلاب اسلامی کی تشکیل میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔آپ فرماتے ہیں : میں ملک کے لیے یونیورسٹی کی قدر کو اپنے تمام وجود کے ساتھ محسوس کرتا ہوں۔ایک یونیورسٹی اپنے ملک کے لئے سب سے بڑی سے بڑی خدمات فراہم کر سکتی ہیں۔یونیورسٹی ملک کے لیے بہت اہم ہے۔یونیورسٹیوں نے انقلاب کی بڑی خدمت کی ہے۔

یونیورسٹی انتظامیہ

یونیورسٹی کے اہم ترین حصے، جن پر رہبر معظم انقلاب انتہائی حساس ہیں، یونیورسٹیوں کا انتظام اور منیجمنٹ ہے۔آپ یونیورسٹی کے انتظام کے بارے میں فرماتے ہیں: یونیورسٹی کا ماحول مذہبی ماحول ہونا چاہیے۔ ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہے اور ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ آپ، جو ملک کے تعلیمی اداروں کے سربراہ اور عہدیدار ہیں، سب سے بڑھ کر جناب وزیر اور ان کے نائبین اور پھر یونیورسٹیوں اور کالجوں کے سربراہان ، سو فیصد مذہبی اور مذہبی امور کے لیے پر عزم نہ ہوں۔اس کے لئے انقلابی تعصب اور اس مقصد کے حصول کے لئے یعنی یونیورسٹی کا ماحول مذہبی ہو نہایت سعی و کوشش کرنا چاہیے۔(آقای خامنہ ای، ۱۳۶۹)

اسلامی یونیورسٹی کے لیے سب سے پہلے یونیورسٹی کی منیجمنٹ کا مذہبی ہونا ضروری ہے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دینی اور سالم ہو۔ رہبر معظم کے اس قدر زور دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی نظام کے عناصر میں کوئی کمزوری ہو تو یہ کمزوری نچلی سطح میں زیادہ حد تک نظر آتی ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ لوگ اعلیٰ حکام کی پیروی کرتے ہیں۔ایک اور مقام پر رہبر معظم یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر کے لئے مذہبی،انقلابی ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر علوم ہونے بھی پر اصرار کرتے ہیں، یعنی جو افراد یونیورسٹیوں کا سربراہ ہوتے ہیں انہیں علمی اعتبار سے دوسروں سے آگے ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا عقیدہ اور عمل ایک جیسا نہ ہو یعنی کسی کافر کو (جو اس نظام کا حصہ نہیں بننا چاہتا، اسلام کو بالکل نہیں مانتا، یا اسلام کا مذاق اڑاتا ہے، یا اچھے مذہبی دیندار جوانوں کا مذاق اڑاتا ہے) یونیورسٹی کا سربراہ نہیں بننا چاہیے (ایضا،۱۳۶۹) جب کوئی ایسا شخص جو نظام، انقلاب اور مذہب کا پابند نہ ہو، جب اسے یونیورسٹی کے سربراہ کے طور پر انتخاب کرتا ہے، تو وہ عموماً اپنے عملے کا انتخاب ایسے لوگوں کو کرتا ہے جو اس کے ساتھ متفق ہوں۔اس کی وجہ سے دوسرے معاونین کا انتخاب اور اہداف مشکل

میں پڑ جاتا ہے اور جب سر براہ خود دیندار نہ ہو تو وہ یونیورسٹی کو بھی اپنے اصلی اہداف سے دور کر دیتا ہے لیکن سر براہ کو علمی اعتبار سے بھی ماہر ہونا چاہیے کیونکہ اگر وہ خود علمی اعتبار سے کمزور ہو تو یونیورسٹی میں بھی علمی ماحول پیدا نہیں کر سکتا ہے۔

یونیورسٹیوں کا ہدف

رہبر معظم یونیورسٹیوں کے قیام کا مقصد طلاب اور طالبات کی تعلیم و تربیت سمجھتا ہے اور پروفیسرز، تحقیقات اور لیبارٹریاں یہ سب کے سب طلاب کی ترقی اور رشد کے لئے ایک ذریعہ ہیں۔ وہ طلباء کی تعلیم و تربیت میں دو اہم عناصر کو ضروری سمجھتے ہیں، جن میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے: ایک عنصر علم اور تحقیق، علمی کارکردگی اور علمی صلاحیتوں کو ابھارنا؛ دوسرا معنویت اور تدین یعنی طلاب کی روحانی اور معنوی تربیت۔ یونیورسٹیوں میں ان دونوں عناصر کو ایک دوسرے سے الگ کیے بغیر آگے بڑھانا چاہیے۔ (ایضا، ۷۹ ۱۳)

رہبر معظم کی رائے میں یونیورسٹیاں صحیح سوچ اور بصیرت اور معنوی رہنمائی کا مقام ہے۔ رہبر معظم کے نزدیک مثالی یونیورسٹی ایک اسلامی یونیورسٹی ہے۔ آپ یونیورسٹیوں کے انتظامی امور میں اسلام کو مبنا قرار دینے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پرنسپل، طلباء اور پروفیسرز کو چاہیے کہ وہ اسلام کو اہمیت دیں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی اقدار کا مقابلہ کیا جانا چاہیے اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل باتوں پر عمل درآمد ضروری ہے۔

۱. اسلامی افکار کی بنیادوں پر تحقیق کرنا اور اسے مذہبی ماہرین سے سیکھنا؛

۲. اسلامی ثقافت اور جدید علم اور ثقافت سے مناسب مواد کو جذب کرکے ایک علمی۔ تعلیمی نظام کی بنیاد ڈال دینا،

۳. مختلف علوم میں مہارت اور تخصص حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور انسانی تربیت کے عناصر کی نشو ونما کے لئے کوششیں؛

۴. غیر ملکی تسلط پر منحصر منحرف فکری اور سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مقابلہ

۵. دینی علوم اور دنیاوی علوم حاصل کرنے والوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنا

یونیورسٹیوں کے پروفیسرز

رہبر معظم کے نزدیک اساتذہ کرام کے لئے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ان کے مطابق، یونیورسٹی میں پروفیسر طلباء کو عقائد کی تعلیم دینے کا ذمہ دار ہے یعنی ان کی تربیت کا ضامن ہے۔ یونیورسٹی کے ماحول میں، طلباء کا پروفیسرز کے ساتھ فکری اور عملی تبادلہ سب سے زیادہ رہتا ہے۔ اس لیے یونیورسٹی میں سب سے اہم چیز انقلاب اسلامی کے لئے ماہر اور متدین طلاب کی تربیت کرنا ہے

جو یونیورسٹی کے پروفیسروں کے افکار، علم اور عمل پر منحصر ہیں۔ وہ خاص طور پر ہیومینٹیز ،انسانی علوم کے اساتذہ کے لئے تعہد،تدین، عزم، تقویٰ اور مہارت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، اور انہیں مغربی نظریات پر فکری انحصار نہ کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ مغربی افکار پر انحصار ان کے نزدیک علمی بت پرستی ہے جسے ہر حال میں ترک کرلینا چاہیے اسی لیے وہ فکری آزادی اور معاشرے کی ضروریات کے مطابق اور اسلام کے اصولوں پر مبنی علوم کی پیداوار پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

ایسے پروفیسرز موجود ہیں جو ہیومینٹیز میں مغربی افکار کی مصنوعات کو آیئڈیلائز سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں خدا کے آگے سجدہ نہ کرو لیکن وہ آسانی سے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ ایک نوجوان طالب علم کو اگر اس کے سپرد کردیں، تو وہ اسے اپنے عقیدے اور فکری ساخت اور اپنے بت کی طرح تربیت کرتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی قیمت اور ارزش نہیں ہے اور یہ درست بھی نہیں ہے۔ مجھے ایسے لوگوں پر کسی قسم کا بھی کوئی یقین نہیں ہے۔ یہ پروفیسر کتنا ہی علمی ماہر کیوں نہ ہو، اس کا وجود فائدہ مند نہیں ہے، بلکہ نقصان دہ ہے۔ آج، خوش قسمتی سے، ہمارے پاس ایمان کے حامل نوجوان سائنسدان اور تعلیم یافتہ لوگ موجود ہیں جو انسانی علوم کے میدان میں کماحقہ ایک جامع علمی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں لہٰذا ایسے اساتذہ سے استفادہ کرنا چاہیے۔

ان کی رائے کے مطابق پروفیسر اور اساتذہ کرام پر تعلیم اور علمی پیداور بڑھانے کے علاوہ بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہیں۔ رہبر معظم کے بیانات کی روشنی میں کچھ وظائف یہ ہیں جیسے: طلاب کو امید دلانا، طلاب کی فکری رہنمائی کرنا، طلاب کے اندر خوداعتمادی پیدا کرنا، متعصب اور مغرض افراد کے ذریعے یونیورسٹی کے ماحول کو خراب کرنے کی اجازت نہ دینا، طلاب کی سابقہ علمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنا، طلباء میں قومی تعصب پیدا کرنا، طلاب کے اندر علمی جرات پیدا کرنا اور ان کے سوالات کا صحیح جواب دینا وغیرہ (ایضا، ۱۳۸۲)

ج: حوزہ علمیہ

حوزہ علمیہ دینی علوم کے طلباء کی تعلیم وتربیت کے لیے شیعوں کا ایک مذہبی تعلیمی ادارہ ہے۔ یہ مراکز شیعہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعد کے دور سے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قائم اور توسیع ہوتے رہے ہیں۔ قم، مشہد، بغداد، نجف، اصفہان اہم ترین شیعہ حوزہ علمیہ میں سے ہیں۔ حوزہ علمیہ مراجع عظام تقلید کی سرپرستی میں چلتی ہیں۔ فقہ اور اصول حوزہ علمیہ کے بنیادی دروس میں سے ہیں۔ حوزہ علمیہ کے اخراجات خمس اور اوقاف کے ذریعے ادا کیے جاتے ہیں۔ حوزہ علمیہ میں پڑھنے والوں اکثر طلاب عمامہ پہنتے ہیں۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دینی علوم کے لئے خصوصی مراکز بنائے گئے ہیں۔اس وقت حوزہ علمیہ سے وابستہ اکیس خصوصی مراکز میں طلاب دینی تعلیم وتربیت حاصل کر رہے ہیں۔

حوزہ علمیہ عصر غیبت میں معاشرے کے لوگوں کو دینی تعلیمات اور معارف دینی سکھانے، مبلغان دینی اور امام زمان عج کے ظہور کے منتظر طلاب کی تربیت کرنے کا ادارہ ہے ۔ حوزہ علمیہ کی سرگرمیاں پوری تاریخ میں ہمیشہ سے قابل فخر اور کامیاب رہا ہے۔ حوزہ علمیہ اور دیگر مدارس دینی کے اہم اہداف اسلامی تعلیمات کے حصول کے لئے زمینہ فراہم کرنا ،افراد کی دینی تربیت اور مختلف شبہات کا جواب دینا ہے ۔ عظیم اہداف کی طرف حرکت کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے دین اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کے لیے ایک مناسب نمونہ اور اسوہ پیش کرنا ایک اعلیٰ ترین اور بہترین ہنر شمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ رہبر معظم کا فرمان ہے: لوگوں کی تربیت کے لئے مجالس و محافل میں منبر پر جا کر خطاب کرنا اور دینی امور کے بارے میں بات کرنا افضل ترین اور شریف ترین کاموں میں سے ہے، اسی لئے سب سے زیادہ شریف، دین دار، با عمل اور اسلامی مسائل کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے افراد کو اس شعبے سے منسلک ہونا چاہیے اور اسے اپنے لیے اعزاز سمجھنا چاہیے مثلا: شیخ جعفر شوشتری جیسے افراد۔۔۔ (ایضا، ۱۳۷۰)

دینی علوم کے حامل افراد بعنوان منادی اسلام کچھ خصوصیات اور امتیازات کے مالک ہیں جیسے: علم سے محبت کرنا، صرف خدا کی رضایت کے لئے کام کرنا، لوگوں کے ساتھ ہمدردی، دنیا سے بے رغبتی، غنڈوں اور طاقتوروں سے خوفزدہ نہ ہونا اور حکومتی افراد سے عدم وابستگی۔ لہٰذا حوزہ علمیہ کا پروگرام ایسے مبلغین کی علمی رشد اور ترقی کی سمت میں ہونا چاہیے جو علم اور تہذیب کے حامل افراد ہوں تاکہ وہ معاشرے میں اسلامی علوم کو بہتر اور مناسب طریقے سے پہنچا سکیں کیونکہ کلام اس وقت تک روح کی گہرائیوں تک نہیں پہنچتے جب تک وہ دل سے نہ نکلیں ۔ تعلیم کے لیے عالم ہونا چاہیے اور تزکیہ کے لئے ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے جو خود تزکیہ نفس کا حامل ہو ۔اسی کے بارے میں رہبر معظم فرماتے ہیں: اگر مبلغ دینی خود شائستہ اور پاکیزہ نہ ہو تو وہ دوسروں کو پاک نہیں کر سکتا ہے۔ انسان جب تک جو کچھ وہ بول رہا ہے یقین اور اعتقاد نہ رکھیں اور ان باتوں پر وہ خود عمل پیرا نہ ہو تو اس کی باتوں کا دوسرے افراد پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہے۔ (ایضا،۱۳۶۱)

رہبر معظم انقلاب، علماء، حوزہ علمیہ اور دیگر دینی مدارس کے فرائض کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ علماء، انبیاء کرام کے حقیقی وارث ہونے کی حیثیت سے، لوگوں کی زندگیوں میں اسلام کے نفاذ کے لیے کوشش کرنے کے بھی پابند ہیں، اور امام خمینی رضوان اللہ علیہ نے یہ وظیفہ کما حقہ انجام دیا ہے۔

۲۔ علماء، انبیاء کے وارث ہیں اس لئے انہیں عملی توحید کے حصول اور عدل کے قیام کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔

۳۔آج کل کے انسانوں کے لئے اعلی دینی تعلیمات کی ضرورت حتیٰ غیر مسلم افراد کے لئے دینی تعلیمات کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے حوزہ علمیہ کی ذمہ درای ماضی کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہو گیا ہے۔

۴۔ حوزہ علمیہ کے وظائف میں سے ایک دینی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانا ہے اور دوسرا وظیفہ لوگوں کے عملی زندگی میں دینی علوم کو عملی جامہ پہنانا ہے۔

۵۔ اسلامی جمہوریہ کے قیام کی جدوجہد کے دوران حوزہ علمیہ اور بزرگوں نے جو کام انجام دیا وہ حوزہ علمیہ کے اصلی وظائف میں سے تھا۔

۶۔ حوزہ علمیہ پر اسلامی حکومت کی تشکیل اس کے بعد اسلامی تمدن کے حصول کے لیے بھاری ذمہ داریاں عائد ہیں۔

۷۔ معاشرے میں دینی معارف کی شناخت اور معرفت بڑھانے کے لئے ملک بھر کے لوگوں کے درمیان انقلابی گفتگو کو تقویت دینا، مثلا: طرز زندگی، اسلامی حکمرانی، معاشرے میں توحید کا قیام، طاغوت کے ساتھ مقابلہ، اور انصاف کا قیام وغیرہ

۸۔ فقہ اسلامی کو سماجی اور سیاسی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کے طور پر سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے لینا۔

۹۔ مراجع عظام تقلید اور حوزہ علمیہ کے بزرگ اساتذہ کرام کے ساتھ نوجوان طلاب کا شائستگی سے پیش آنا اور ان کی اطاعت کرنا۔

۱۰۔ بزرگان حوزہ علمیہ کا نوجوان طلباء کے سامنے نرمی اور رواداری۔

۱۱۔ طلباء کے لیے امام خمینی رہ کے "منشور روحانیت" کے مطالعہ کا الزامی ہونا۔

۱۲۔ نوجوان طلباء کی صلاحیتوں اور تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے لیے اطلاعاتی سنٹرز کا قیام اور ان صلاحیتوں کا ڈیٹا بیس قائم کرنا۔

۱۳۔ حوزہ علمیہ کے مختلف شعبوں بالاخص فقہ اسلامی میں تخصص گرائی اگرچہ اس حوالے سے بعض نقائص کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

۱۴۔ معاشرے کے ثقافتی اداروں میں فاضل طلاب اور طالبات کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا۔

د: ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا ادارہ

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پیغامات پہنچانے کا سب سے عام اور سب سے کامیاب ذریعہ ہے، جو ایک استاد کی طرح معاشرے کے وسیع پیمانے پر تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہے۔

رہبر معظم ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ادارے کے فرائض کے بارے میں فرماتے ہیں: ریڈیو اور ٹیلی ویژن عمومی طور پر لوگوں کی تعلیم، ثقافتی، سیاسی امور میں لوگوں کے اندر شعور پیدا کرنے اسی طرح دین اسلام کے بنیادی اصولوں کی وضاحت اور دشمنوں کی پروپیگنڈہ سازشوں کا صحیح اور سالم ہنر اور فنون کے ذریعے سے جواب دینے کے ذمہ دار ہیں۔ (آقای خامنہ ای، ۱۳۶۸

رہبر معظم انقلاب ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگراموں کے لئے مستقل چار اصول پیش کرتے ہیں جن پر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے محکمے کے سربراہان اور دیگر پروگرام منعقد کرنے والے افراد کو غور کرنا چاہیے۔ وہ چار اصول یہ ہیں: ا۔ پیغام ۲۔ ہنر ۳۔ فن، مناسب زبان اور موضوع کا انتخاب ۴۔ ہر قسم کی بد تہذیبی سے پاک ہونا۔ (ایضا، ۱۳۶۸)

آپ فرماتے ہیں: ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تعلیم سے مراد ہمارا مقصد صرف، لیکچرز، تقاریر اور تدریس نہیں ہے بلکہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو اسلامی مفاہیم اور دینی اقدار کو سمجھانے کے لیے فیلم، مستندات اور دوسرے ہنری طریقہ کار استعمال کرنا چاہیے۔

اس طرح کے طریقہ کار سے دین اسلام اور انقلاب کے پیغامات ہنرمندانہ اور غیر مستقیم طریقے سے لوگوں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ ایک فیلم کے اسلامی ہونے کے لیے دو معیارات تجویز کرتے ہیں: پہلا یہ کہ اس فلم میں اسلامی اقدار موجود ہو، جیسے سچائی اور دیانت، ہمت اور مزاحمت کے تصورات کی تعلیم دینا، یا نماز کی تعلیم دینا۔ دوسرا یہ کہ اس فلم میں غیر اسلامی و غیر شرعی چیزیں نہ ہو۔ مثلا اس فلم میں ایک اداکار کو نماز پڑھتے ہوئے عجیب اور نامناسب حالت میں نہ دکھائے جو ناظرین کے اذہان میں ایک ضد اقدار کے طور پر بیٹھ جائے۔ اسی طرح ناظرین کی روح اور ذہن کے لیے معلوماتی اور رہنمائی کرنے والے مواد کو اس شکل میں مرتب اور ڈیزائن کیا جانا چاہیے جو موضوع کی اہمیت کے لیے موزوں ہو۔

اس بنا پر رہبر معظم مثالی میڈیا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس میڈیا کے بارے میں جو چیز اہم، مطلوب اور آئیڈیل ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک یونیورسٹی کی مانند ہونی چاہیے جہاں انقلاب کے اعلیٰ ترین اور خوبصورت مفاہیم کو ہنری اور پر کشش طریقے سے پیش کیا جائے۔ (ایضا، ۱۳۶۹)

نتیجہ:

تعلیم وتربیت دین اسلام کی بنیادی پالیسیوں میں سے ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کے بنیادی اہداف میں سے ایک ہے۔ رہبر معظم انقلاب کے افکار کی روشنی میں تربیت سے مراد پوشیدہ صلاحیتوں کو حقیقی شکل میں شکوفا کرنا یعنی تمام انسانی بشمول اخلاقی، جسمانی، فکری، جنسی، احساساتی ،اعتقادی، عبادی ،اقتصادی اور ہنری صلاحیتوں کی نشو و نمااور رشد شامل ہے۔

رہبر معظم کے افکار کے مطابق اسلام کا عقیدہ ہے کہ انسان کو اپنے جسم اور روح دونوں کی ایک ساتھ تربیت کرنی چاہیے۔ جسم کی تربیت روح کی تربیت کے لئے مقدمہ ہے۔ یہ مقدمہ زمانی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ جسمانی اور روحانی تربیت ساتھ ساتھ اور ایک دوسرے کے متوازی ہونا چاہیے۔

جن اہم عوامل کو ماہرین تعلیم وتربیت موثر عوامل کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں وہ ایک وارثت اور دوسراماحول اور محیط ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے "ارادہ واختیار" انسانی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اور "خود سازی" اور "اخلاق" کی بنیاد "ارادہ و اختیار" ہے، کیونکہ ارادہ واختیار کی وجہ سے انسان اپنے نفس کی اصلاح کے لئے قدم بڑھاتا ہے لیکن اگر اس کا رجحان صرف وراثت اور ماحول یعنی صرف ان دو عوامل پر مبنی ہو تو خود سازی کا کوئی مفہوم نہیں ہو گا۔ اسی طرح اسلامی عقیدے کے مطابق انسانی زندگی میں "فطری عوامل" بھی موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ ان عوامل میں سے سب سے اہم ہیں: ا۔ انسانی عوامل ۲) غیر انسانی عوامل

انسانی عوامل میں، والدین کے علاوہ، جن کا بچوں کی تعلیم وتربیت میں موثر اور براہ راست مثبت یا منفی کردار ہیں وہ یہ ہیں: ا۔ بھائی اور بہن ۲۔ رشتہ دار ۳۔ دوست واحباب ۴۔ سکول کے سربراہان، منتظمین، اساتذہ اور دوسرے افراد ۵۔ امام اور مساجد کے خادمین ۶۔ معاشرے کے دیگر افراد۔

غیر انسانی عوامل جو بچوں کی تربیت میں موثر ہیں وہ یہ ہیں: ا۔ جسمانی عنصر (وراثت) ۲۔ جغرافیائی عنصر ۳۔ سماجی عنصر ۴۔ خوراک کا عنصر ۵۔ نفسیاتی عنصر ۶، عاطفی عنصر ۷۔ ثقافتی عنصر ۸۔ مذہبی عنصر۔

رہبر معظم کے افکار کی روشنی میں تعلیم وتربیت کے موثر ادارے یہ ہیں: ا۔ خاندان ۲۔ محکمہ تعلیم {اسکولز، یونیورسٹیاں} ۳۔ حوزہ علمیہ اور دیگر دینی مراکز ۴۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا محکمہ۔

خاندان معاشرے کا پہلا مرکز ہے اور ثقافت، افکار، اخلاقیات، روایات اور احساسات کو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل کرنے کے اہم عوامل میں سے ایک ہے۔ خاندان کے افراد میں، ماؤں کا بچے پر سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔

استعمار ہر ملک کے تعلیمی بنیادی ذرائع پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دوسرے الفاظ میں، وہ منبع سے ہی پانی کو کیچڑ آلود اور خراب کرنے کو شش کرتے ہیں۔ وہ ابتدائی اسکول، ہائی اسکول، یونیورسٹیاں اور اساتذہ کے تربیتی مراکز قیام کرکے ایک نسل کو اس بات کی تربیت دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ افراد اس طرح سے سوچیں جس طرح یہ استعمار گران چاہتے ہیں اور اس طریقے سے کام کریں جوان کے مفادات کو پورا کرتا ہو۔

"سکول" وہ پہلا ماحول ہے جس میں انسان عموماً قدم رکھتا ہے اور اس کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ یونیورسٹی کے اہم ترین حصے، جن پر رہبر معظم انتہائی حساس ہیں، وہ یونیورسٹیوں کی انتظامی امور سے مربوط ہے۔ یونیورسٹی کا ماحول مذہبی ماحول ہونا چاہیے۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی کے مطابق یونیورسٹیوں کا مقصد طلبہ کی علمی و معنوی تربیت ہے۔

حوزہ علمیہ اور دینی مدارس معاشرے کے لوگوں کو دینی علوم اور معارف دینی سمجھانے اور سکھانے کے اہم ادارے کے طور پر جانا جاتا ہے۔امام زمانؑ کی غیبت میں حوزہ علمیہ کی ذمہ داریاں انتہائی سنگین ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پیغامات پہنچانے کا سب سے عام اور سب سے کامیاب ذریعہ ہے، جو ایک استاد کی طرح معاشرے کے وسیع پیمانے پر تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہے۔ رہبر معظم کے افکار کے مطابق ریڈیو اور ٹیلی ویژن لوگوں کے لئے عمومی تعلیم، ثقافتی اور سیاسی نشوونما اور اسلام کی بنیادی اصول کی وضاحت صحیح اور سالم طریقہ سے بیان کرنے کے ذمہ دار ہیں اسی طرح دشمن کی پروپیگنڈہ سازشوں کا مقابلہ کرنے کی بھی ذمہ دار ہے۔

منابع:

قرآن کریم

۱. ابن فارس، احمد بن زکریا، معجم مقاييس اللغة، قم، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، اول، ۱۴۰۴ق۔

۲. ابن منظور، ابی الفضل جمال الدين محمد بن مکرم، لسان العرب، چاپ اول، دار احياء التراث العربی، بیروت۔

۳. اعرافی و موسوی، فقه تربیتی مبانی و پیش فرض ہا، موسسہ اشراق و عرفان، قم ۱۳۹۱۔

۴. بانکی پور فرد امیر حسین، احمد قماشچی، تعلیم و تربیت از دیگاه مقام معظم رہبری، ناشر تربیت اسلامی، ۱۳۸۵۔

۵. تمیمی، عبدالواحد، غرر الحكم و درر الكلم، قم، دفتر تبلیغات اسلامی حوزه علمیہ قم ۱۳۶۶ش۔

۶. حاجی ده آبادی، محمد علی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، قم، مرکز جہانی علوم اسلامی، ۱۳۷۷۔

۷. حسن مصطفوی، التحقيق فی کلمات القرآن الكريم، بيروت، دار الكتب العلمية، ۱۴۳۰ق۔

۸. حسینی زاده، سید علی، سیرۃ تربیتی پیامبر و اہل بیت علیہم السلام، سمت، ۱۴۰۲۔

۹. حسینی زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس من جواهر القاموس، بیروت، دار الفكر، ۱۴۱۴ق۔

۱۰. خامنہ ای، سید علی، دفتر حفظ و نشر آثار آیت اللہ خامنہ ای. www.farsi.khamenei.ir

۱۱. دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ، دانشکده ادبیات دانشگاه تہران، موسسہ انتشارات و چاپ دانشگاه تہران، ۱۳۷۷ش۔

۱۲. راغب اصفهانی، حسین، المفردات فی غريب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داودی، چاپ اول، بیروت، دار العلم الدار الشامية، ۱۴۱۲ق۔

۱۳. زبیدی، سید محمد مرتضی، تاج العروس من جواهر القاموس، بیروت، دار الفکر، اول، ۱۴۱۴ق۔

۱۴. صانعی، سید مهدی، پژوهشی در تعلیم و تربیت اسلامی، تہران، مشہد، سناباد، ۱۳۷۸۔

۱۵. صدوق، محمد بن علی ابن بابویہ (شیخ صدوق)، من لایحضره الفقيه، قم، دفتر انتشارات اسلامی، ۱۴۱۳ق۔

۱۶. طباطبائی، محمد حسین، نہایۃ الحکمۃ، جامعہ مدرسین حوزه علمیہ قم، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۳۷۴۔

۱۷. طلال بن علی متی احمد، مادة اصول التربية الاسلاميه، مکہ مکرمہ، جامعہ ام القری، الكلية الجامعیہ، ۱۴۳۱ھ۔

۱۸. فراہیدی، خلیل بن احمد، العين، قم: انتشارات ہجرت، ۱۴۱۰ق۔

۱۹. کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الكافی (ط-الاسلامية)، دار الكتب الاسلامية، تہران، ۱۴۰۷ق۔

۲۰. کریمی، عبدالعظیم، آموزش به مثابه پرورش، تہران، وزارت آموزش وپرورش،پژوہشکدہ تعلیم وتربیت، ۱۳۸۱۔
۲۱. گروہ علوم تربیتی موسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی، مجموعہ مقالات تربیتی۔
۲۲. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، بیروت: مؤسسۃ الوفاء. ۱۴۰۴۔
۲۳. مطہری، مرتضی، تعلیم وتربیت دراسلام، تہران: صدرا، ۱۳۷۳ش۔
۲۴. مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۸۰ش۔